



# شاعر کی رہنمائی

جوش ملیح آبادی

کلیم بک ڈپو، فتحپور، ہونہ

بنام قوت و حیات

# شاعر کی رائیں

از

جوش ملیح آبادی

ناشر: کلیم بک ڈپو، گلی کندرکشاں، بازار فتحپوری، دہلی

# پیمبر اسلام

خواجہ دو جیاں سرور کائنات، آنحضرت محمد  
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور پیغمبری پر

## حضرت جوش ملیح آبادی

کا دو غیر فانی شاہ پارو ہے جس کی دقت و غفلت کے سامنے قصر کفر سرنگوں ہے،  
ثبوت پیغمبری کے باب میں اس لافانی شاہکار کے انوکھے استدلال دل میں پتھر  
کی مانند اتر جاتے ہیں، انہی الہامات سے دماغ میں یزدانی نور سرایت کر جاتا  
ہے، اور اس کے دلائل قاطع کے سامنے ادراک منطوق چھانٹا بھول جاتا ہے،  
شاعر انقلاب پر جب خاص سرشاریت کا عالم طاری ہوا، اسی وقت نزل

نے اس نظم کو کہنا شروع کر دیا۔ چار روز کی ریاضتِ شاقہ اور یکسُئی قلب سے جو کچھ حاصل ہوا صرف وہی صفحہ قرطاس پر تحریر کیا گیا ہے۔ جب تک یہ نظم مکمل نہ ہوئی حضرت جوش نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔ اور نہ خلوت سے باہر تشریف لائے۔

یہ نظم نہایت پاکیزگی سے بہترین کاغذ پر چھاپی گئی ہے اس کے علاوہ

## اس شخصیت کے روضہ پاک کی تصویر

سچی ہے جس نے کتاب کی خوبصورتی کو دوبالا کر دیا ہے۔ آج ہی درخواست بے سجدہ کیجئے۔ ورنہ کنٹ انفرس ملنا پڑے گا۔

### قیمت دس آنے، علاوہ محصول ذاک

نوٹ:- بارہ آنے کے ٹائٹ روانہ فرمائیے۔ وہی پیٹنگھانے سے خواہ مخواہ چھ آنے کا اور ذریعہ ہر ہوتا پڑے گا۔

ملنے کا پتہ

کلیم بک ڈپو، گلی کنڈلہ کشان، بازار فتحپوری دہلی

# آغا شاعر کے شعر

اس مختصر مجموعہ میں حسن و عشق، سوز و گداز، راز و نیاز، اور خلوت و جلوت کے بہترین مرقعے،  
دہلی زبان کے دلکش محاورے، بہر شعر و زبانی یاد کرنے اور مجمع احباب، قومی و ملی جلسوں  
اور ہر موقع و محل پر پڑھنے کے قابل ٹے گاہے غرض کہ ہر مذاق کے لئے بہترین سرمایہ ہے  
شاعر انقلاب کا بلند پایہ مقدمہ بھی کتاب کی زینت ہے۔ قیمت ۵ روپے و ۵۰ محمول

## خمارستان

نثر میں شاعری کے بہترین اسلوب، فطرت کے جاں نواز مناظر، دہلی کی انسانی زبان  
کا مجموعہ، یہ بند وستان کے جلیل القصد شاعر، ایمان استوار، افسر اشعار و حضرت  
آغا شاعر قزلباش دہلوی کا ادبی کارنامہ ہے جس پر موجودہ زمانے کے سب  
بڑے ادیب علامہ نیاز فتحپوری نے نہایت بلند پایہ مقدمہ تحریر فرمایا ہے قیمت ۵ روپے  
۵۰ محمول۔ کلیم بک ڈپو، گلی کنڈلہ کشان، بازار فتحپوری، دہلی

صحافت کے ذریعہ سے

ہندوستانی ذہنیت میں زبردست انقلاب

پیدا کرنے کی اردو زبان میں پہلی کوشش

## مصورا ہنام کلیم

زیر ادارت شاعر انقلاب حضرت بخش علیچ آبادی

عمر و تصاویر سے مزین، لطافت و کتابت دیدہ زیب، سالانہ چند چوبیس روپے، ہشتاد ہی میں بیچے  
جس میں شاعر انقلاب کا آواز باز و زور بزرگام ہر ادا شائع ہوتا ہے۔ ہر صاحب عقل ہندوستانی کو  
جو اس دور کے رجحانات سے واقف ہے اس کا شدید احساس ہوگا ہندوستان کو اس وقت ذہنی  
انقلاب کی فوری اور شدید ضرورت ہے، اور موجودہ تعصبات اور تنگ نظری کو ناکام کے ملک میں  
آزاد خیال برادری کی بنیادوں پر وقت کی سب سے پہلی ضرورت ہے۔

اگر آپ کو اس مقصد غظیم سے ہمدردی ہے تو براہ کرم کلیم کی خریداری متھو، فرما کر ہندوستان  
کے ارباب فکر کا ہاتھ بٹائیے، شعور اور سنجیدہ مضامین کے دوش و دش دش تھیریں سب کچھ چھوڑ جائے  
رومان اور دھجینی کے نام سے قہر کیا جاتا ہے۔ ایک سرکاری اور ہار یک رنگی تصاویر بھی شائع ہوتی  
ہیں۔ نو، دیکھو، ۹۰ کے گت موصول ہونے پر روانہ کیا جاتا ہے۔

میلے کا پتہ۔ میجر سارہ کلیم گلی کنڈرکشاں بازار فتحپوری دہلی

# کلیم بک ڈپو کی کتابیں

کلیم بک ڈپو سے ہندوستان کے مندرجہ ذیل مشہور دارالاشاعتوں کی کتابیں  
مہیا کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ تمام شائقین علم اور تاجران کتب کلیم بک ڈپو کے اس  
زبردست ذخیرہ سے فائدہ اٹھائیں۔

اردو بک شال	ایوان اشاعت	مہارک علی۔
انٹرنیٹ بک مینسٹری	باسمہ عثمانیہ	مسلم نیوز شی
الہول بک مینسٹری	دارالاشاعت پنجاب	مکتبہ ابراہیمیہ
انجمن قرآنی ادب	دارالمصنفین	مکتبہ عرب
انڈین پریس	ساتی بک ڈپو	انٹناسی پریس
انٹرنیٹ ادبی پریس	صدیق بک ڈپو	نور کاشور
ایجوکیشنل بک ہاؤس	عصمت بک مینسٹری	ہندوستانی اکادمی
ایسٹرن میڈیٹر پریس	ترقی بک خانہ	.....
ایشیا بک سوسائٹی بھل	اسلامستان	.....

منبر کلیم بک ڈپو۔ گلشن کنڈلکشاں۔ بازار مختاری۔ دہلی

# سنہری رات

کیا سیکدے کی رات نشا آفریں ہے آج  
 گلزنگ نرج بادہ سے ان کی جبین ہے آج  
 ہر لہز قدم سے ٹپکتے ہیں زمرے  
 ہر جنبش نگاہ سرود آفریں ہے آج  
 بچپن شوخیوں سے ہے چشم حیا پرست  
 تکیں سے بے خبر نگہ شر گئی ہے آج  
 ہر شے پر آسماں سے برستی ہیں رونقیں  
 ہر ذرہ کائنات کا اک تازنہ ہے آج  
 جس جام زر کو چمے غسل شکر فرشتوں  
 جس منہجے کو دیکھے زہرہ جبین ہے آج



غل ہے دلیر بادہ پرستوں کو دو نوید  
 چُپ چُپ کے پیئے والوں کی پرش نہیں ہے آج  
 پھیلی ہوئی ہے عرش سے تافرش چاندنی  
 غلیم ہے چرخ، بعل بخشاں زمیں ہے آج  
 قند و شکر میں غرق ہیں کام و دہن تمام  
 غم میں شراب تلخ بہ از انگلیں ہے آج  
 ساقی کی نئے میں بر بل داؤد کا ہے سو :  
 مہیا کی بو میں نکبتِ خلدِ بریں ہے آج  
 مینا سے رنگِ مارِ جنس لے ہے آشکار  
 ساغر میں حسنِ لیلے، محلِ نشیں ہے آج  
 ساقی پر اس بکلا کی پسین ہے کہ الاماں  
 قربان اک نگاہ پر دنیا و دیں ہے آج

چھائی ہوئی ہے ارض و سما پر وہ بخودی  
 تو یہ کہے کہ ہوش میں دنیا نہیں ہے آج  
 مہبا کی موج عقدِ ثریا سے ہے بلند  
 پائے سب پر جوش سخن آفریں ہے آج

---

# مست رات

کل رات کو ساقی نے عجب دُھوم مچا دی  
 آنکھوں میں جو کچھ تھی ہے وہ مہیا بھی پلا دی  
 مئے تاز کی نزدیک سے چھلکا کے دم رقص  
 بوندوں سے ہلکی ہوئی زلفوں کی سنگمادی  
 آنے لگیں ہونٹوں پہ تبسم کی جو ہر پہ  
 زو کوثر دسینم کی آنکھوں میں دکھا دی  
 عارض پہ جو حلقہ سا پڑا وقت تبسم  
 تصویرِ سیماں کے نگینے کی بنا دی  
 سر نشے میں تھوڑا سا جھکا اور اُسکی آنکھ  
 گویا دہنیاں کی زنجیر بلا دی

سینے پہ پڑا سسر کے ٹھکانے سے جو سایہ  
 اُس سایہ شب گوں نے مری نیند اڑا دی  
 سرشار جوانی کی وہ ہرست لگا دے  
 لیجے نے چھپالی تو نگاہوں نے دکھا دی  
 مستانہ غزل چھیر کے بیلا جو اٹھایا  
 مقرر باں تری آواز کے نہر اے صبرادی  
 نظروں کو کیا شوخی نے کبھی آزار  
 پلکوں کو حیلے کبھی نہ بھیب پہنچا دی  
 آشفہ مزاجوں کو کبھی ناز سے دیکھا  
 گستاخ بجاہوں کو کبھی آنکھ دکھا دی  
 دنیا کا کوئی ساز ہے چھو نہیں سکتا  
 ہر نٹوں پہ زباں پھیر کے وہ دُمن بھی سدا دی

انگڑائی جو آئی تو کچھ اس نوچ سے دیکھا  
 آنکھوں نے کیا شکر، تنہا نے زما دی  
 المختصر آنکھوں میں مری ڈال کے آنکھیں  
 معلوم نہیں آگ لگا دی کہ بھبھا دی  
 پیانا ترا گرم رہے جوش کہ تُو نے  
 رندوں کو شبِ قدر کی تصویر دکھا دی

---

# اتفاتِ کحیات

تعالیٰ اللہ کہ وہ دلداری شیریں  
 ہوا ہے پھر انیس جانِ غمگیں  
 مبارک اے کبوترِ لطفِ پرواز  
 نہیں اب خطرہ شہباز و شاہیں  
 ترانے چھیڑے بلبلِ طرب کے  
 کہ زیرِ سنگ ہے دامنِ گلچیں  
 عجب شب ہے کہ بیداری کے باوصف  
 میں سر ہے سکونِ خوابِ نوشین  
 خوش طالع کہ میرے بازوؤں پر  
 مچلتی ہے وہ زلفِ عطر آگین

بُنوی ہے پھنر ہوائے حُسنِ غلبہ  
 ہوا ہے پھر شامِ عشقِ مُشکِیں  
 زمیں پر ہے یہاں لالہ و گُل  
 فلک پر ہے فسر و غمازِ پرویں  
 حدیثِ لُطف سے گر مارے ہیں  
 مرے سینے کو وہ لہائے رنگیں  
 معاذ اللہ خرامِ نازِ جاناں  
 بچھاؤں ہر قدم پر جانِ شیریں  
 جہیں پر آب و تابِ مروجِ افشاں  
 کمر پر اضطرابِ زلفِ مُشکِیں  
 محبت کا مران و شادماں ہے  
 بُلا دو قلعہ فسر ہاؤں شیریں

ٹہنرے شرحِ شوق و عشق گستاخ  
 اڑا جاتا ہے اُن کا رنگِ تکیں  
 بھٹی جاتی ہیں چشمِ سرِ آگیں  
 وہ شاہِ حسن اور بہاں ہو تیرا  
 خدا کا شکر کرے جوشِ بسکین:

---



# صلح کی رات

نہ جانے رات کو تھا کون زینت پہلو  
 چل رہی تھی ہوا میں شراب کی خوشبو  
 حرمِ صلح میں قسیم تھا ایک مرکز پر  
 مزاجِ عشق و تقاضائے حسنِ عسبر بد و جو  
 وفا کی انجمنِ ناز میں تھی شیر و شکر  
 جراحِ دلِ سد چاک و تیغِ صاعقہ خو  
 مٹا چکا تھا فلکِ فرقِ ساغر و سنداں  
 مٹا چکا تھا زمانہِ نزاعِ سنگ و سبُو  
 ہوا کی جیب میں تھا تیرا زکماں رست  
 کشیش کے دہم میں تھی کاوشیں ریم آہو

بسا ایش پہ خوابیدہ تھا غمِ دوراں  
 شرابِ ناب کی موجوں میں غرق تھے آنسو  
 اُدھر محیطِ فلک پر فنونِ خیم و قمر  
 اُدھر حیرتِ تمنا میں زکسِ حباؤ  
 اُدھر اڑا ہوا طولِ شبِ فراق کا رنگ  
 اُدھر شباب پر آرائشِ خیم گیسو  
 چھڑی ہوئی ہے حکایتِ شربِ تنہا کی  
 تڑپ کے جوشِ پیراک بازِ لغو یا ہمو

---

# راز و نیازِ کھی رات

نہ جانے رات کو کیا سیکدے میں مشغول تھا  
 کہ ہر نفس میں قیامت کا جوش و ولولہ تھا  
 بسا اوجِ خاک سے تا اوجِ ثوابت و ستیاری  
 شمیمِ کاکلِ عنبرِ فشاں کا سلسلہ تھا  
 ترانہ ریز سستیِ مہینِ حیات کی خُنبش  
 ضمیرِ شب میں وہ پنہاں خروش و ولولہ تھا  
 تپاں تھا دائرۂ چرخ و عالمِ اُرواح  
 نیاز و ناز میں کیا جانے کیا معلوم تھا  
 کبھی بلالِ چکنا تھا، اور کبھی خنجر  
 میانِ حُسن و محبتِ عجیب مر حلہ تھا

اُدھر تھی لرزشِ صہبیا، اُدھر خرامِ حبیب  
 زالی بحث چھڑی تھی، نیامقا باد تھی  
 زباں پر آئیں تو ہر لفظ سے لہو ٹپکے  
 ہر ایک سانس میں اُن دلولوں کا قافلہ تھا  
 دِل و نگار میں تھی کچھ لطیف گفت و شنود  
 زبانے شکر تھا ہمدم کہ شکر وہ دگر تھی  
 لرز رہے تھے شگوفے، تڑپ رہے تھے بنجوم  
 چھڑا ہوا نہیں معلوم کون کس تھی  
 نگاہ و یار کی یوں اٹھ رہی تھی جھجک جھجک کر  
 زمین رتس میں تھی آسمان پہ زلزلہ تھی  
 ہزار شکر ذرا بھی کمی نہ کی اے جوش  
 اگرچہ دیکھنے میں یار تنگ حوصلہ تھی

# انتظارِ کھی رات

کس نے وعدہ کیا ہے آنے کا      حُسن دیکھو غریب خانے کا  
 دل میں ہے خوش سلیقگی بیدار      آج گھر گھر بنا ہے پہلی بار  
 غرق ہے رُوح خوش جمالی میں      نظم ہے طبع لا اُبا لی میں  
 رُوح کو آئینہ دکھاتے ہیں      درود پورا سُکراتے ہیں  
 جمع سماں ہے عیش و عشرت کا      خوں دل میں فربہِ قمرت کا  
 سوزِ قلبِ کلیم آنکھوں میں      اشکِ اُمیدِ دیم آنکھوں میں  
 چشمِ بر راہِ شوق کے مارے      چاند کے انتظار میں تارے

راتِ بیکِ ہشگفتہ بار ہوا      رنگِ کلیوں میں آشکار ہوا  
 شب کی زلفِ سیاہِ پیکِ اہل      پیگ کر اور ہو گئی بو محفل

اک جہاں چشمِ تریں گز رہوا      دلِ دو دھڑکا کہ زنگِ زرِ دہوا

دفعۂ اک چمک سی دَوڑ گئی      بامِ وِڑ پر جھلک سی دَوڑ گئی  
 دل میں چمکی مسیہ کی بجلی      اٹھلیاں اور ہر گئیں ٹنڈی  
 اپنی خُدی وفا ہوئی محسوس      اُن کی آوازِ پاہوئی محسوس  
 جل اُٹھی شمعِ دل کی مجلس میں      صبح گویا ہوئی بنارس میں  
 نازِ نظروں کے دسدم کانچے      لاکھڑائی زباں، قدم کانچے  
 زرباسلہ وہ آہوں کا      رشتہ بیٹامری نگاہوں کا

آئے وہ، اشکِ تم گئے بارے

چاند نکلا، شُبکِ برے تارے

# اشکوں کی رات

ایک لذت یلطف بکلی سی      جیسے نور، ناشگفتہ بکلیوں کی  
 جاں فزا حوتِ دلنشین جیسے      طبل کا خوابِ شکر میں جیسے  
 جیسے ہلکے سے ابر میں خورشید      خواب میں جیسے روئے یار کی ڈ  
 بن میں جس طرح خمبوتی برسات      موسمِ گل کی جیسے پھل رات  
 جیسے کوئل کی دُور سے کو کو      مست جیسے عروس کی خوشبو  
 دل میں جس طرح میکشی کی تنگ      دُھوپ میں بوندیاں کا جیسے رنگ  
 نرم، لعلِ شکرِ نشاں کی طرح      دل نشیں مرگِ ناگہاں کی طرح  
 الغرض وہ فسون اثر لذت      جس میں غلطاں ہیں گو بہر شرت

رات جس وقت بھیگ جاتی ہے

میرے اشکوں میں ٹکراتی ہے

# برسات کی رات

بھری برسات میں جس وقت آدھی رات کے بادل  
 یہ پرچم اڑاتے ہیں، بجب اکر چاند کی مشعل  
 مکاں کے بام و در سجلی کی زد میں جب جھلکتے ہیں  
 ٹپک بوندوں سے دروازوں کے شیشے جب کھٹکتے ہیں  
 سیاہی اتنی چھا جاتی ہے جبستی کی مغل میں  
 تصور تک نہیں رہتا سحر کا، رات کے دل میں  
 انگلیں رُوح میں اٹھتی ہیں جب یاد الہی کی  
 فنا میں بیج و خم کھاتی ہیں زلفیں جب سیاہی کی  
 ستارے دفن ہو جاتے ہیں جب آغوشِ خلقت میں  
 لپک اُٹھتا ہے اک کونہ اساحب شاعر کی فطرت میں



کڑک سے آنکھ کھل جاتی ہے جب کلم بن حسینوں کی  
 جھلک اٹھتی ہے موج برق سے افشاں جبینوں کی  
 ہوائے دستاں جب راگ ساون کے سناتی ہو  
 کسی کافر کی حب رو رہ کے دل میں یاد آتی ہے  
 لبِ فطرت جب اتنے متصل ہوتے ہیں کانوں سے  
 کہ گونج اٹھتا ہے دل میرا محبت کے فضاؤں سے  
 سمٹ جاتی ہے جب پیلی، دکھا کر ابرے جھلکی  
 فلک پر دفعۂ جب سانس رک جاتی ہے بادل کی  
 فلک پر نور کی جس وقت بن جاتی ہیں تصویریں  
 شگاف ابر میں جب کانپنے لگتی ہیں تنویریں  
 نظر آتے ہیں کچھ شے سے جب خلقت کے ماہن میں  
 شکن سبکی کی، جب تبدیل ہو جاتی ہے روزن میں

مناک خور اس روزن میں آکر سُکراتی ہے  
 اشاروں سے مجھے اپنی گمناؤں میں بُلاتی ہے

---

# ہست رات

وہ یار پر ہی چہرہ کہ کل شب کو بد عارا  
 طوفان تھا، تلاطم تھا، چلاؤ تھا، شرارا  
 خوش چشم خوش انداز و خوش آواز و خوش انداز  
 مس پارہ در طلعت و مہتاب نظر ارا  
 گل پیریں و گلبدن و گل رخ و گل رنگ  
 ایساں خلکن آئینہ جیں، آنکھیں کرا  
 گل بیز و گلرین و گلبر بار و گلبر تاب  
 کھیلوں نے جسے رنگ دیا گل نے سز ارا  
 مجمع گل زخاستہ و شام شکوہ  
 سر رہنے کا سامان تو جسے کا بہارا  
 آئینہ زخار پر اک خال بیتاب  
 پیشانی گل رنگ پر آنکھ کا کستارا  
 آنکھوں کے چلنے میں تھکان تھکانت  
 وہ لب کہ مر لڑکی دھڑکنے لگے چھاتی  
 پلکوں کے جھپکنے میں متنائے ہزارا  
 وہ لب کہ مر لڑکی دھڑکنے لگے چھاتی  
 ہوا اس کے ہی ہونٹوں کی طرف کشتہ آرا  
 نظریں جو اٹھا دے تو لڑنے لگے خوشید  
 ابرو کو جو ملے تو برہتاب دو پارا

اندری مہوس کی تابش شبِ مر میں      سدا جو دمکتا تھا جھلکتا تھا ستارا  
 تھا میری نگاہِ طربِ آموز کا پابند      رنگِ لب و رخسار کا چڑھتا ہوا پارا  
 مندل کی دمکتی غرقِ اکو وہ حبیب پر      یا شام کو پانی میں تڑپتا ہوا تارا  
 فنون کے ملامت سے تھا جنبش میں لبِ لعل      موجوں کے تھیلہ روں میں تھا دریا کا کنارہ  
 ہر سانس میں اپنے ہی پہچیدہ جوانی      ہر گام پہ لیتا بواؤں فنون کا سہارا  
 اِس طرح تبسم میں شگام کی گھاٹ      جس طرح سُنے تہ کی تلخی ہو گوارا  
 سرشار جوانی تھی کہ اُٹھے ہرے باطل      شاداب تبسم تھا کہ حُبّت کا نظارا  
 زلفیں تھیں کہ سادون کی مچلتی بونی راتیں      شوخی تھی کہ سیلاب کا مڑتا ہوا دھارا  
 کاکل کے خم و ہچ سے افشاں کا جھمکن      غلٹات سے تھا چشمہ جواں کا اشارا  
 کوخبات کا اقرار سے انکار کی جانب      جس طرح ہرن دشت میں بہتا ہے تارا

اندہ کرے وہ تبسم دشمن ایساں

مچے کسی شبِ جوش کے پہلو میں دبارا

# جوانی کی رات

شب کے حرمِ ناز میں شورِ صدا منظرِ آب تھا  
 عشق بھی تھا برہنہ سرِ حسن بھی بے نقاب تھا  
 آنکھوں میں روئے یار تھا، آنکھیں تھیں روئے یار پر  
 ڈرو تھا آفتاب میں، ڈرے میں آفتاب تھا  
 خشک سمکھات کی ٹوٹ چکی تھیں سب حدیں  
 چشمِ بے دریغ تھی، خندہ بے حجاب تھا  
 سر پہ سرا حیاں کے رقصِ کُناں تھے منہ پہ  
 زنگِ نیمباز میں رنگِ شرابِ ناب تھا  
 معرکہِ عظیم تھا ناز میں اور نسیا ز میں  
 زلف میں بھی تھی برہمی، دل کو بھی بچ دتا تھا

مروج ہر امیں عطر تھا، چھٹکی ہونی تھی چاندنی  
 پھول تھے صحنِ باغ میں، چرخ پر مابتاب تھا  
 عشق کی نینبِ شوق میں دوڑ رہی تھیں بجلیاں  
 حُسن کے دستِ ناز میں شعلہ نشانِ رباب تھا  
 پر تو یارِ اسِ ظن، راشِ درنگ اُسِ طرف  
 چشم بھی فتح نہ تھی، گو کش بھی کامیاب تھا  
 درد سے قلب چڑھتے، کیف سے رُوح مست تھی  
 سوز بھی بے نظیر تھا، ساز بھی لاجواب تھا  
 ہونٹوں کو وقت گنگو چڑھتی تھی شگفتگی  
 بات جہتی سو پھول تھی، پھول جو تھا گلاب تھا  
 اور سحر کو ہنسیں آنکھ کھلی تو کب کہوں ؛  
 پھول پڑے تھے خاک پر، چرخ پر آفتاب تھا

تو پریشان سرا حیاں فرش پہ چور چور تھیں  
 خُلد فروش جامِ زُر شرم سے آبِ آب تھا  
 نغمہ و قص کی صدا ایک فسرہ گونج تھی  
 شمع و سراق کا سماں ایک پریدہ خواب تھا  
 لرزشِ باد و خمِ زلفِ سیاہ کے عوض  
 تھا تو چراغِ کُشتہ کے دود کا بیج و تاب تھا  
 صبح کے سفت و بام میں گونج رہی تھی یہ صدا  
 رات نہ تھی وہ کیفیت کی جوشِ تراشِ باب تھا

---

# خواب کی رات

سنہ ٹاپھلی رات کا ہے، مخلوق خدا کی خواب میں ہے،  
 تاروں کی نگاہیں نیچی ہیں، ہلکی سی چمک ہتاب میں ہے  
 اطراف میں روشن دانوں کے، کچھ نور سا دھما دھما ہے  
 دیواروں کے نیچے گلیوں میں پُر ہول اندھیرا چھایا ہے  
 پتوں کو سمیٹے خواب میں ہیں، دوڑی ہوئی بلیوں کلخوں پر  
 بول اُٹتا ہے بے ہنگام کبھی اک آواز پرندہ شاخوں پر  
 اٹھ یہ کیسی بھینبی اس وقت دل بیتاب میں ہے  
 پر تو ہے یہ کس کا ذرہ دل پر کس کی یہ جھلک ہتاب میں  
 فردوس کی شمعیں روشن ہیں، یا عکس چراغ طور ہے یہ  
 گھر بھر میں یہ کس کا پر تو ہے، ہر چیز پر کیسا نور ہے یہ؟



ملتے میں گجراہوں جلوؤں کے ہستی کا نہیں کچھ ہوش مجھ  
 اس وقت یقیناً خواب میں کوئی دیکھ رہا ہے جوش مجھے  
 غربت میں ہے شانِ صبحِ وطن۔ ہر چیز پر وہ رعنائی ہے  
 ویرانے میں اپنے محبوں کی تسکین کو لیلیٰ آئی ہے  
 طوفانِ سا جوئے شیر میں ہے جسٹن آیا ہے کشتی کھینے کو  
 بیتاب ہے شیریں بازو پر فر باد کے بوسہ دینے کو؛  
 اک رنگِ سادل میں رقصاں ہو، اک نورا مجھ پر چھایا ہے  
 اُن ہر تلوں پر شاید سوتے میں ہلکا سا تبسم آیا ہے

---

# بیچین رات

خواب میں دیکھ کر رُخِ زیب      آنکھ میری کھلی تو کیا دیکھ  
 گھر بے تاریک، مجازتِ تنگِ خموش      بخششیں چھوٹی ہرئی اُنھے اُنھے ہر ش  
 پچانسوی فرس کی ہر ایک شکن      لبِ خشکی، دماغ میں الجھن  
 ہر طرف کا نپتا ہے عکسِ اجل      دل میں کھوفانِ رُوح ہیں مہل  
 لے رہی ہے غیبِ طرح لہریں      ایک نرم آنکھ سی کلچے میں  
 دل ہے آنسو کی طرح ہی سیال      اور بہت دُور ہے زمانِصال  
 ہل گیا دل، کھینچ یوں دھڑکا      اسی مہل میں ہو گیا تڑکا  
 مُرغ ہو لے، فضا پر جھبکا نور      صحنِ گلشن میں چھپائے لیور

یوں صدائیں ہواؤں پر کہیں

میں نے کانوں میں اٹھائیں لیور

## اندھیری رات

تیرگی پر ہول، صحرا بے اماں، بادل سیاہ  
 ایک میں، اور یہ اندھیری رات کی خونی سیاہ  
 گھاٹیاں تاریک، راہیں گم، ہوائیں نامیدور  
 رُوح فرساط قتل کی ٹھکرائی دُور دُور  
 ابرو بچ و تاب میں مجھبان میں آبِ رواں  
 آسماں بھرا ہوا، بھگی زمیں کف و دباں  
 جھینگروں کی تان، بادل کی گرج، پانی کا شور  
 سینہ کون کے راگ، بھلی کی کڑک، تالوں کا نور  
 کون ہے اُلجھی ہوئی شاخوں کے اندر بیقرار؟  
 کون مہیکو گھورتا ہے جھاڑیوں سے بار بار؟

کون یہ آواز دیتا ہے کہ آتا کیوں نہیں ؟  
 پردہ ہائے محلِ ظلمت اُٹاتا کیوں نہیں ؟  
 ہاں لپک اُٹا دہ کزنہ اسادِ دل سرشار میں  
 اب میں سمجھا کون ہے ان پردہ ہائے تار میں  
 مجھ سے بڑے آئی ہے رتھ میں اندھیری رات کی  
 ہر نہ ہو یہ رُوح مضطرب ہے مہری برسات کی

---

# چاندنی رات

اماں، کیا چاندنی چٹکی ہوئی ہے دشت میں  
 وجد کے قابل ہے اے دل: یہ بہشتِ سبز و زار  
 یہ شگوفوں کا تبسم، یہ ستاروں کا جمال  
 سوچ رنگیں کے یہ ہلکے رے، یہ دریا کا نکھار  
 دُھندلی دُھندلی پتیوں پر یہ روپلی چاندنی  
 آج جو کی راگنی پر یہ سکوتِ کوہسار  
 جا بجا یہ ابر کے ٹکڑوں میں تاروں کی تڑپ  
 دُور تک یہ جھاڑیوں میں جگنوؤں کا انتشار  
 یہ بساڑ بھر پر چاندی کی نازک دھاریاں  
 یہ مہینِ آب پر الماس کے نقش و نگار

چادر آبِ رواں پر یہ ضیائے مرقش  
 جدولِ موجِ خُشک پر یہ نقوشِ بھرار  
 تیرتا پھرتا ہے یہ بادل کے ٹکڑوں میں ہلال  
 یا زمرہ کا سفید درمیانِ جو بار  
 یہ گلی پر قطرۂ شبِ نیم میں ہے، نورِ تسر  
 آنکھ کی نچی میں یا غلطاں ہے عکسِ زدے بار  
 یہ گنجی شاخوں سے چین کر آ رہی ہے چاندنی  
 یا دلِ شب میں تصورِ صبح کا ہے بقیار



مدحِ فطرت میں نہیں اشعار یہ در و زبیاں  
 یہ حسین نطق کے سجدے ہیں اے پروردگار  
 ہاں مگر ماتم کے قابل ہے یہ احساسِ شکست

قامتِ فطرت پہ ملبوسِ زباں ہے تاتار  
 آہلِ فطرت تری برنائیوں کے سامنے  
 بہترین الفاظ ہو جاتے ہیں میرے شرمسار  
 عکس تیرا ذوقِ گریائی کے سی دیتا ہے لب  
 راگنی تیری، زباں کا توڑ دیتی ہے سبتار  
 تیری محرابِ بختی میں، دُف و بزمِ شرم سے  
 سرِ مچھکتا ہے مرے زورِ بیان کا افتخار  
 تیرا دریا نفلت کی دادی میں پہسکتا نہیں  
 آدمی محسوس کر سکتا ہے، کہہ سکتا نہیں

---

# تصور کی رات

رات آدھی جا چکی ہے، خلیق بے معرود خواب  
 ابر کی ہلکی سی چادر میں ہے نذرِ ماہِ تاب  
 اپنے شانوں پر اُٹھائے ہے پہاڑوں کا وقار  
 ماسیے پر شہر کے لائے درختوں کی قطار  
 بول پر ہے کچھ اس طرح کی بخود سی چھائی ہوئی  
 بیشتر جس سے اُچٹ جاتی ہے نیند آئی ہوئی  
 گلجی سی چاندنی، کھڑے کا بکا سا غضب ر  
 عرش سے تافرش ہر ذرہ بے گویا سو گوار  
 اہل کئے ٹکڑوں میں ہے اس طرح زہرہ کا جمال  
 یاس میں، اُتید کا جس طرح مہم سا خیال



یوں بھجسا کچھ نظر آتا ہے گردن کا چراغ  
 جس طرح افکار کے جھونکوں میں فانوسِ داغ  
 دل میں پیدا ہو رہا ہے یوں خیال اند خیمال  
 جس طرح سطرَب کی تالوں میں ہو رہا دلِ تنال  
 دل پر طاری ہو رہا ہے جوشِ بیداری کا خواب  
 اُٹھ رہی ہے رفتہ رفتہ رُوئے ماضی سے نقاب  
 دور افتادہ رفیقوں کو بلا ہے اذینِ عام  
 ہو رہی ہے رُوح بچھڑے دوستوں سے ہمکلام  
 آہِ وہ برباد لمحے، زندگی کے گناستاں  
 ہائے وہ گم کردہ جلوے، تازشِ کون و مکان  
 ہائے دا رنگینیاں نوخیز احساسات کی !  
 ہائے دہشت و جواں راتیں بھری برسات کی !

وہ مذاقِ عشق و ذوقِ آشنائی ہائے بے  
 ہمزباں یاروں کی وہ رنگیں نوائی ہائے  
 مجتمع میں رُوح کو بیدار کرنے کے لئے  
 پھر پٹ آئے ہیں دل کے زخم بھرنے کے لئے  
 آہ لے برباد لمحو! اے گزشتہ صحبتو!  
 چھوڑ دو، شذاب شاعر کا دامن چھوڑ دو  
 تم دلِ ناشاد کو اب شاد کر سکتے نہیں  
 زخم جو تاسو بن جاتے ہیں سب سے کئے نہیں  
 ہربانی کے حوض بیداد کرنے آئے ہو  
 چارہ سازیِ دقت کی برباد کرتے آئے ہو  
 جاؤ، ورنہ مہر کی بُسنیا د بھر مل جائے گی  
 سب سے ماہِ دسال دیکھو خاک میں مل جائے گی

# بھگی ہوئی رات

نسیم ہرتی ہے محوِ راحت سکوت ہوتا ہے جب جہن میں  
 میں پیش کرتا ہوں اپنے اُتار، خنک ستاروں کی آنکھ میں  
 مرے گلستاںِ شاعری میں لپکنے لگتی ہیں زہمِ شائیں  
 نسیم رقصِ مباحی ہنوز چلتی نہیں حسن میں  
 سنیہ لگی سی چاندنی میں بلند ہوتے ہیں مسرے نئے  
 چلنے والی تمام کلیاں غموش ہرتی ہیں جب جہن میں  
 ہمیشہ اُس وقت جاگتا ہے یہاں دماغِ حس پرستی  
 فلک پہ ہوتا ہے خواب آلودہ چاند جب شب کے پیر میں  
 ہنوز نمنوں کی خواب گاہوں کے گرد ہوتے ہیں سرخ پردے  
 رباب دل کا میں چھیڑتا ہوں حرمِ دوشیزاؤں سخن میں

نظر کی دُست سے میرے زخ پر ادھر چمکتے ہیں گرم آنسو  
 ادھر دُکھتی ہے کچھ کچھ افشاں آفت کے گیسوئے پُر شکن میں  
 فضا میں برقی نہیں ہے لرزشِ خموش ہوتا ہے نطقِ ہستی  
 سحر کو اس وقت جاگتی ہے زبانِ فطرت مرے دہن میں  
 یہ اب تو دستور ہو گیا ہے کہ جوشِ کچھ رات پھیلتے ہی  
 نکلنے لگتی ہے دل کے ہاتھوں اک آگ سی میرے تنِ بدن میں

---

# ۴۴ شعر کوئی کی ات

رات کے تاریک لمحے جب کہ جوتے ہیں خموش  
بادِ خواب آورے جل اُٹھتی ہے یاں تبدیل ہوش  
کھولتی ہے اپنے شہرِ جب سہیلی موت کی  
دوڑ جاتا ہے مری نبضوں میں خونِ زندگی  
کاروانِ کشمکش جوتا ہے جب مصروفِ خواب  
منہس کے میرے دل کی بیداری اُٹھتی ہے نقاب  
کوئی پراسرار قوت، کوئی رُوحِ محترم  
شعر کہنے کو مرے ہاتھوں میں دیتی ہے قسم

---

دل فریبی سے کسی کے گلشن نے کی صدا

ذہن میں میرے پہنتی ہے لباس الفاظ کا  
 دفعتہ چھڑتے ہیں پھر ارض سما کے زمزمے  
 اک کبرن سی دائرے میں گھیر لیتی ہے مجھے  
 دل میں ہوتا ہے مرے نادار خیالوں کا مجھوم  
 مسکرا کر دیکھنے لگتے ہیں گردوں سے سُجھوم  
 بہرِ پابوسی فرشتوں کو صدا دیتا ہوں میں  
 آسماں کو اپنے قدموں پر جھکا دیتا ہوں میں  
 لکھ رہا ہوں کیا، نہیں ہوتی مجھے اس کی خبر  
 انگلیوں پر اک جلائی شان آتی ہے نظر  
 یوں قلم کرتا ہے جنبش بات میں بے اختیار  
 اک طرب آمیز دہشتِ دل کے چھو لینی ہے تار  
 یوں نغمہ میں نقشِ اُبھر آتے ہیں نغمہ آتے ہوئے

جس طرح ساحر کے لفظ افسوں کو دوہراتے ہوئے



کب کب قدر اسرار سے معمور ہیں جلوے ترے  
 اے تجر خیز عارض! بسے تختہ سبیل کے  
 شب کو تیری قربتِ وجدان پر ور کا یقیں  
 کھوتا ہے دل میں قفلِ آسمان، بابِ زیں  
 تو پری ہو، یا فرشتہ، روحِ ہو، یا دایمہ  
 آ، کیسی دن میرے آگے شکلِ انسانی میں آ!  
 تاکہ میں وہ شہدِ بدارِ الفاظ، وہ شیریںِ فضا  
 پکھڑی سے دو تبسم، دو مسدائیںِ دلکش  
 روحِ پرور دو میلے، وہ مرجبا کے زمزمے  
 جو بطورِ واد پائے ہیں مرے اشعار نے

سر، عقیدت سے جھٹکا کر، اے ہنسنے لگا رہا  
 ڈال دوں گردن میں تیری گوندہ کر، ان سب کا بار

---



# جُدائی کی رات

چاند سے عہدِ وصل کی باتیں      ہائے فرقت کی چاندنی راتیں  
 آنکھیں جمع ہیں خُدائی کی      چاندنی رات ہے جُدائی کی  
 کوئی کافر ہی شب کو سوتا ہے      رات بھر دل میں درد ہوتا ہے  
 اٹھتی رہتی ہیں بار بار آنکھیں      ٹھونڈتی ہیں جمال یا رانکھیں  
 کچھ دہ کیوں سے آتی ہے خوشبو      نیند آتی نہیں کسی پہلو  
 شغلِ مرگ و حیات کی راتیں      ہائے وہ التفات کی راتیں  
 چھوڑتا ہے جو کوئی رات کو ساز      صاف آتی ہے بار کی آواز  
 آگ سی جان و دل میں جلتی ہے      ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے  
 مریغِ جب صبح کو جگاتے ہیں      چونکتے ہی دودیا داتے ہیں  
 دیکھ کر دھوپ کی درخشانی      اور بڑھتی ہے دل کی حیرانی

چھوڑتا ہی نہیں ہے رنج و الم      اُٹھتی رہتی ہے ہرک سی ہر دم  
 بے نتیجہ ہے سہر کی تلقین      بلکہ دیتا ہے جب کوئی تسکین  
 شعلہ غم مہر کئے لگتا ہے      اور بھی دل دھڑکنے لگتا ہے  
 ہر نفس آدھ سہر سخن نال      سُم ہے آب دیوائے بھگت

اے اودھ کی نسیم عقیدہ کشا      وہ ملیں تو پیام یہ کہتا  
 بادلوں کی طرح برستی ہیں      آنکیں ابدار کو ترستی ہیں  
 دن بیت ہو گئے نہیں دیکھا      باغے تیرا وہ پاند سا گھڑا  
 اس طرح صبح دشام ہوتی ہے      دل پھلتا ہے آنکھ روتی ہے  
 تنگ ہے سانس آنے جانے سے  
 اب بُلانے کسی مہسانے سے

# عبرت کی رات

ہمنشیں آیا ہوں دروِ دل سنانے کے لئے  
 آج آمادہ ہوں سوتلوں کو جگانے کے لئے  
 توڑ ڈال تھی سواری ہمر بانِ خسام نے  
 اور تیرہ میل کا پیدل سفر تھا سامنے  
 چاندنی چٹکی ہوئی تھی اور تھا کھپلا پہر  
 سو جن ستیاں چاندی تھی بسا اُٹ خاک پر  
 بولنے والی تھیں کھیاں، ہنسنے والے تھے گلاب  
 چھللاتے تھے ستارے، جھک چلا تھا ماہتاب  
 جاگنے والی تھی دُنیا پھر نئے انداز سے  
 سونے والے چوکنے ہی پر تھے خوابِ ناز سے

دو رنگ تابند و میدان تھا کہ کجِ ضرورتِ شاں  
 حاشیے پر تھیں پہاڑوں کی رُو پہاں چوٹیاں  
 راہ تھی افسادِ ماضی کو دو عسرا تھی بُوائی  
 مقہوروں کے درمیاں سے بچ دُغم کھاتی ہوئی  
 تھی تو کہنے کو خموشی عالمِ ذراست میں  
 لیکن ایسی ، جیسے رَن بولے اندھیری رات میں  
 یہ سماں ، اور آ رہا تھا میں عجب انداز سے  
 ایک ستوالی جرائی کی حسینِ ناز سے  
 تھا لبوں میں لعلِ شیریں کی ملاوت کا اثر  
 لبِ شبنم ستاؤ کا لُؤ فغان تھا ہر گام پر  
 حُسن کے فیضِ تبشیم سے نظر کے سامنے  
 موتوں کے سے فضا میں بن رہے تھے دائرے

ہر ہاتھِ قربتِ جاناں کا دھوکا بار بار  
 آرہی تھی متصل شانوں سے بڑے زلفِ یار  
 فرق پر تھا ماہتاب، اور رُوح پر عکسِ صیب  
 آگیا میں مجھوتا الفتِ دریا کے قریب  
 دیکھتا کیا ہوں کہ ہلکی چاندنی ہے پاش پاش  
 نمل رہی ہے ساحلِ موسیٰ نڈی پر ایک لاش  
 چاندنی ہے اپنی برتائی پشیمانی ہوئی  
 آسمانوں پر ہے اک سنجیدگی چھائی ہوئی  
 فقری سائلِ شہری آگ، ہلکا سا دُعا  
 کپکپاتی سی زمیں، گچھل ہوا آسمان

---

سچے حیدر آباد کی ایک نڈی کا نام ہے۔

دُور تک چھایا ہوا میدان پہ اپر سوز و ساز  
 چاندنی میں آنکھ کی سُرخی، ہواؤں میں گداز  
 خار و خس پر جا بجا کچھ خون کی سی دھاریاں  
 سُرخ انگاروں کی چادر، پُرفشاں چٹکاریاں  
 سُرخ انگاروں میں غلطاں سر برہنہ آرزو  
 جیس میں چٹکاریوں کے لعل در آتش ہو  
 کو تو فرہند ابر ذرا، ذوقِ ادا، کچھ بھی نہیں  
 آنکھ کی غناک خنیش کے سوا، کچھ بھی نہیں



دُور تک گونجی ہوئی ہے اک مدائے دردناک  
 آدمی بن کر نہ اتر اِس قدر اُسے تیرا خاک  
 دُور ہیں اب، زندگانی وقف تھی جن کے لئے

عمر نے راتیں جگانی تھیں اسی دن کے لئے  
 آج خاکسبز ہے، کہتے تھے جسے کل تک حیات  
 - زندگی پہنچی کیا تری لے دے کے اتنی کائنات!  
 آہ اے نوحِ نفس پر کانپنے والے حباب  
 منحصر ہے چند سانسوں پر تراشب و شباب  
 موت کے کانٹے پر تیری سرسبز تلتی نہیں  
 اِن مناظر سے بھی کیا آنکھیں تری کھلتی نہیں  
 نامنزا ادھام کو، تاوان ٹھکراتا نہیں  
 خاک کے ناچیز پٹیلے، ہوش میں آتا نہیں!

---

# سرسا رات

دیدنی تھا میری محفل کا سماں کل رات کو  
 مہرباں تھا وہ بُتِ ناہسرباں کل رات کو  
 ناز تھا طغراکش دیوانِ آدابِ نیاز  
 تیغ تھی پیسبرامن و اماں کل رات کو  
 چھوڑ ہی تھی دِل کو مَوجِ زنگِ نادک کے عوض  
 کھنچ رہی تھی ابروؤں کی یوں کہاں کل رات کو  
 لوشی تھی کس تکلف سے ہوا کے دوشس پر  
 چاندنی میں کاہلِ عسبِ نشاں کل رات کو  
 اشدِ فرسشِ ے زوشی کی اوجِ اندیشیاں  
 فرسشِ پا اندازِ مکتا کون و مکاں کل رات کو



اماں ٹنڈی ہوا کے گڈ گڈانے کی ادا  
 ہر کئی کو آرہی تھیں جھکیاں کل رات کو  
 سند زرتیں پہ سبز دہراں کے زمرے  
 تھے بہ آغوشِ حدیثِ دیگر اں کل رات کو  
 کانٹیں لہرا رہی تھیں رُستے عالَمِ تاب پر  
 سنبستاں کا تھکڑاں پر سائباں کل رات کو  
 پھول تھے غرقِ عرقِ پانی ہوئے جاتے تھے جام  
 شوخ تھیں اُس شوخ کی یوں انکھڑیاں کل رات کو  
 آرہی تھیں خیشِ مژگانِ عالم کی صدا  
 یوں بے گل رنگ تھا افسانہ خواں کل رات کو  
 کیا تلام تھا کہ میری کشتی اُمت میں  
 کانٹا شہرِ رنگ کا تھا بادِ باں کل رات کو

غیب کے پردے سے آوازیں مبارکباد کی  
 آرہی تھیں کاررواں و کاررواں کل رات کو  
 سامنے تھی جلوہ گاہ کڑی لوح و قلم  
 اک دریا بن گیا تھا آسماں کل رات کو  
 ہر سخن میں گو سخن تھی اسمِ اعظم کی صدیا  
 ہر نفس تھا اک حیاتِ جاوداں کل رات کو  
 وقت کے ہاتھوں پہ روشن تھیں ابد کی مشعلیں  
 ایسی اک منزل میں تھی عمرِ رواں کل رات کو  
 وہ ترنم تھا کہ عالم و غفل کے ہوتے ہوئے  
 لذت کی سی شے تھی اک منبرِ گراں کل رات کو  
 چاندنی، دریا، شگونے، راگنی، بربط، شراب  
 سب کچھ پڑی تھیں بزم پر رنگینیاں کل رات کو

نرگسِ مخمور و جامِ آتشین و مَرَجِ مَحل  
 ہر طرفِ تخیسِ سُرخیاں ہی سُرخیاں کل رات کو  
 گردِ مینا جھکاتے ہی اُبل پڑتے تھے جام  
 گنگنا اُٹھتا تھا یوں سپرِ مٹاں کل رات کو  
 وجد میں تھی چھللاتی مشعلوں کی روشنی  
 رقص میں تھا پر تو رُسلِ گراں کل رات کو  
 ناز کرتی جس طرح گزروں پہ جاتی ہے دُعا  
 اُٹھ رہا تھا مشعلوں سے یوں دھواں کل رات کو  
 معطلِ زہرا میں تھا ہنگامہ رقص و سرود  
 آسماں پر بچ رہی تھیں چوڑیاں کل رات کو  
 میں بھی لا فانی ہوں مثلِ دَجَرِ رَبِّ فُؤادِ بھلائی  
 دل کو ہوتا تھا یہ رورہ کر گناں کل رات کو

جوش کے پہلو میں ستیں ارض و سما کی نعمتیں  
 حیف اک تو ہی نہ تھا اک راز وراں کل رات کو

---

# شادی و غم کی رات

شب کہ واں بزم طرب میں ملتے احباب تھا  
 میری تہان کا ہر لمحہ دل بیتاب تھا  
 گوشہ عزت میں تھی یاں سرت اک یادِ حبیب  
 مسندِ شادی پہ واں انبوہِ شج و شاب تھا  
 سرخوشی میں واں ہر اک جھونکا تھا گلابِ سرور  
 بخودی میں ہر نفس یاں شورِ شلِ میلاب تھا  
 یاں بسا ڈنجرِ بختیں تہنگی کی کروٹیں  
 واں حرمِ ناز میں دوپیشِ ابِ باب تھا  
 آہِ ہاتھ موج و رموج اُس طُف ابر بہار  
 بند، یاں دل کے اُفق پر رنگ و بکاب تھا

جنبشِ مرہماں کی سستی پابند و ال بزمِ سرود  
 ناخنِ غم، یاں برائے سازِ دل، منسراب تھا  
 نامِ راوی کا تصور بھی نہ تھا و ال یہ مرہاب  
 کامرانی کا تخیل بھی یہاں نایاب تھا  
 حسن کے رُخ پر تھا و ال رنگِ شکرِ خرابی کا ناز  
 عشق کے حق میں اُدھر زمانِ ترکِ خواب تھا  
 سستی اُدھر تقدیر سے با و مراد و موجِ زُم  
 بھر غم میں اس طرٹ گرداب پر گرداب تھا

ناگہاں آلام کی شدت سے چکرانے لگا  
 سر، کہ خلیہ زائوئے جاناں سے لذتِ یاب تھا  
 کس سے کہئے اتناغابِ یار کی دریا ولی

ذرہ ذرہ بوستانِ شوق کا شاداب تھا  
 قصہ رنگین عہدِ محبہ ریزی کیا کہوں  
 سانے اُن ابروؤں کا گوشہٴ مہراب تھا  
 عشق بازی کا غرور کا مرا فی الاماں  
 جب مری حسرت میں خود دلِ خُسن کا بیتاب تھا  
 کاوشِ ذوقِ نظر بازی کی راتیں ہائے  
 میری خاطر دیدۂ مخمور جب بے خواب تھا  
 دیدۂ حیراں کی ہر جنبش تھی اک برقِ تپاں  
 مڑ گس جاناں کا ہر اُسودۂِ رُخوش خواب تھا  
 تقا پہی عالم کہ آئی آسمانوں سے صدا  
 یہ بھی اک دن خواب ہو جائیگا وہ بھی خواب تھا

---

# غربت کی رات

اے پانڈیگا کرکھڑا دکھانے والے !  
 غُرنے سے آسماں کے اُدھکرنے والے !  
 عالم کی کیا حقیقت تیرے سفر کے آگے  
 اِس وقت اک جہاں ہے تیری نظر کے آگے  
 جاکڑا ہوا پڑا ہوں زنجیر سے دکن کی  
 سینے میں آرزو ہے کچھڑے ہوئے وطن کی  
 شاداب توہیں میری بچپن کی سیر گاہیں ؛  
 اب جن کو ڈھونڈتی ہیں ، ترمی ہوئی نگاہیں ؛  
 رو رو کے تجھوتے ہیں اُمور کے پارغ اب بھی ؛  
 جلتے ہیں جگلوں میں دُھندلے چراغ اب بھی ؛



ابھی تو میں پردوں کو دُمن میں جھٹکنے والی؛  
 دیوار پر وہ اک چپڑیاں جھٹکنے والی؛  
 محفوظ تو ہیں اب تک طوفانِ کاررواں کے؛  
 تڑپتی ہوئی دورا ہیں کھیتوں کے دریاں کے؛  
 کیا اب بھی ٹھہرتی ہیں جوشِ منہ کے مائے؛  
 پتی سُبک بڑھ لیں، تالاب کے کنارے؛  
 چھائی ہوئی ہیں دل پر، کیوں بدلیاں مَحَن کی؟  
 مجروح تو نہیں ہیں صبحیں مرے وطن کی؛  
 میدانِ تو میرے غم میں کھویا ہوا نہیں ہے؛  
 قسَمِ شجر کا منہ تو اُترا ہوا نہیں ہے؛

اے چاند : جب ستارے گردوں چہنچہاں میں  
 جب تندی مناظرِ محسوس میں سُکرائیں

معنوم حجازیوں سے میرا سلام کہنا  
 آنکلیں جھجکا کے اپنی پیر یہ پیام کہنا  
 کیوں سو نہ دور و فرقت تم کو شکھار ہے ؟  
 کیوں مضطرب ہو، ہر دودھ دن بھی آریا ہے  
 جس دن دھڑکنے والے دل کو قرار ہو گا  
 سائے میں جب تمہارے میرا مزار ہو گا

# ۶۶ رَبُّ دُکّی کی رات

رات آدمی آپکی ہے بخلق ہے مسرور خواب  
 نصف شب کے فاصلے پر جا چکا ہے ماہتاب  
 ٹہک چکا ہے پائے خاموشی پر کھو کر جی کا زور  
 گرسنہ شیروں کی صورت ہر نکتی سڑکوں کا شور  
 اب نہیں اُن کارخانوں کی کھل و فخر کچ  
 جن میں تھی پچھرے ہوئے بادل کی طوفانی گرج  
 بوچکا ہے خاموشی کی بزم میں خواب و خیال  
 گرم گل پُزروں کی پیچھے گھڑ گھڑاہٹ کا جلال  
 رکھ چکی ہے لیلیٰ امن و اماں باہائے طساق  
 اسلحہ کی کھڑکھڑاہٹ، قوتوں کا غمطساق!

شاہراہوں پر نظر آتا نہیں نزدیک و دور  
 مرکب شاہی کا کرڈفر، حکومت کا غور  
 . دفن ہے تکیوں میں اہل کبر کا ہر اک بساؤ  
 گردنوں کا خم، لبوں کی ہنر، چہروں کا کچھاؤ  
 ذر کے چھپے دن کو پھرتے تھے جو گہرائے ہوئے  
 سو رہے ہیں بستروں پر ٹھوکر میں کھائے ہوئے  
 کہہ رہے ہیں کہتی اُنھیں حسرتوں کی داستان  
 راستوں پر گاڑیوں کے بیچ دغم کھاتے نشان  
 دن کو برپاستی جو مجلس کو چھو بازار میں  
 ہو چکی ہے جذب گلیوں کی درو و دیوار میں  
 دیست کے ماتھے پر بے یللائے شب کا سر دہات  
 سزنگوں ہے دیدہ بہ انگیز طوفانِ حیات

لڑنے والے سرو میں سنان ہے میدانِ جنگ  
 اڑ چکا ہے فکر کی ماری ہوئی دنیا کا رنگ  
 گھٹ چلا ہے منہ عمل گیتی کے دل کا ارتعاش  
 میٹ چلی ہے خستہ جاں راہوں کے سینے کی خراش  
 چاندنی سے پا چکا ہے اک بڑی حد تک سکوں  
 مڑھوپ میں کھولا ہوا خاشاک کی نینوں کا خوں  
 پھر بھی اب تک کرب سے فزات کے چہرے میں درد  
 نے رہی ہے سسکیاں روندی ہوئی سڑکوں کی گرد  
 شوقِ نغمہ ہے چاند، عالم پر بعدِ لطف و نیاز  
 جس طرح بیمار کی بالینِ غم پر چارہ ساز  
 سو رہے ہیں برق پا جھونکے ہوائے سرو کے  
 مغربی کی تلخ فسیادوں کو دامن میں لئے

سہ کے فاقے، سوچے ہیں بند لگان سو گوار  
 رزق کے وعدے کو ایسا کر چکا ہے کر دگوار !  
 بن چکی ہے سینہ رحمت میں اک بلی سی آہ  
 منہوں کی چین پشانی، غریبوں کی نگاہ !  
 ہر چکی ہے سُست، گرم انفاس سے برعجل فضا  
 وقت کا پیہا نظر آتا ہے کچھ رکتا ہوا

سرنگوں بے خاک پر سی غسل کی بارگاہ  
 خفتہ ہے عالم، مگر بیدار ہے - عشق نوگستاہ !  
 لے کے انگڑائی اُٹھی ہیں خواب سے خوشخواریاں  
 جُرم کے سینے میں ہیں شب خون کی تیاریاں !  
 شخہ سداں کے دل میں گرم ہے داغ سراغ

جہل رہے ہیں دُھندلے دُھندلے طاق سازش میں جہانغ  
 پھر رہی ہے موت کا گویا مزاحمتی ہوئی ؛  
 شبِ رومی دہشت کے سینے پر قدم رکھتی ہوئی  
 شب کی تاریکی سے ہیں اچھے بڑے سب پہرہ مند  
 شائد عاشق پہ کاٹل ، دوشِ سارق پر کسند  
 اک طرف میں گرم شیریں ، عاشقانِ نامراد  
 چاندنی میں ڈس رہی ہے اور بھی جاناں کی یاد  
 ہجر کی ماری جوانی کو سُلانے کے لئے  
 کر دلوں پر کر دٹیں ہیں نیند آنے کے لئے  
 کر دلوں میں چُجھ رہی ہے بے مزہ لمحوں کی دھار  
 جُنبشِ مڑگاں سے دامنِ رات کا ہے تار تار

خوش نصیبوں کو اُدھر ہے دعوتِ کام و دہن  
 زینتِ آغوش ہیں رنگیں عسدار و سیم تن  
 میکدوں کی مسندوں پر، مطربوں کی ہزم میں  
 ہیں گلوں میں نقرئی بانسوں کی ہلکی ہلکیں !  
 خلوتوں میں راگنی کی طرح ہے گو بخی ہوئی  
 اک ٹانم، سرسراہٹ ریشی بنوس کی  
 لعلِ عطراشاں پہ رقصاں ہے تہشم کی کھن  
 ماہِ تو کے سامنے جس طرح برگِ یاسن  
 گوشے گوشے میں حسیم ناز کے منہستی ہوئی  
 کنگنوں کی جھنگکاہٹ، ساعدوں کی چاندنی  
 اک طرف ساقی کی آنکھیں، اک طرف جامِ شراب  
 کھیل میں مصروف ہے اربابِ عشرت کا شباب



اور میں ہوں اس طرف زلفِ تحفیل میں اسیر  
 ذہن یوں شورِ یز ہے جس طرح صانع کا خمیر !  
 چھو رہی ہے میری پیشانی کو اُن جذبوں کی سانس  
 چن کی ہر کر وٹ دلِ شاعر میں بن جاتی ہے پانس  
 عود کر آیا ہے گویا ادلیں دُورِ شباب  
 گردِ دہیں گزری ہوئی راتوں کے صدِ مہتاب  
 دل پہ ہے اُس پُر نشان لمحے کی ازخُورِ فرستگی  
 اک کڑی ہوتا ہے جو مابین مرگ و زندگی !  
 جس کے سناٹے میں کھو جاتا ہے غوغائے حیات  
 راگنی میں جو بدل دیتا ہے شورِ کاسینات !  
 خار سے دامن نہیں جس کا اُلجھتا راہ میں  
 اور جو مستقبل و ماضی کی طُوفان گاہ میں

حال کے اُس نقطۂ نازک پہ کرتا ہے نظر  
 نازک شرکھاں سے ہوا کرتا ہے جو باریک تر  
 اور پھر اُس نقطۂ مبہم سے بیدار و متواس  
 کیسے لیتا ہے حیاتِ جاودانی کی مبہم اس  
 اور اڑ جاتا ہے پھر بخود بنا چکنے کے بعد  
 وقفہ حاضر کو تاجِ زر پہنا چکنے کے بعد

---

# شاہد و شرب کی ات

جواب اس شب کا دنیا میں نہیں ہے مرے پہلو میں پھر وہ نازنین ہے !  
 نفا ہے، خلعت زہرا سے رنگیں ہوا میں نغمہ رُوحِ الہی ہے !  
 صراحی میں فروغِ بادِ تاب بزمِ بزمِ رُستِ زنداں گزیں ہے !  
 شبِ فائز میں طہرِ ارشاد بناؤ لیکن محفلِ نشیں ہے !  
 معاذ اللہ رنگِ چشمِ خسرو! نہیں! دنیا نہیں غلہ پر ہے !  
 جنوں انگیز کا کل کی درازی شکستِ زہد کو تہ آستیں ہے !  
 قریبِ شام جیسے غنچہ گلِ گلخانی یوں وہ چشمِ سرِ گیں ہے !  
 وفورِ کیف میں احساسِ عشرت گماں سا ہے، گمان میں کچھ یقین ہے !  
 دمک اُس رُخ پہ ایسی ہے کہ گویا زمانے کی صبا جِ اولیں ہے !  
 رواںِ ظلمات میں ہے آبِ حیاں گہنی زلفوں کے سائے میں جیں ہے !

نظر میں ہے فرد بخ لالہ و گل      مکر پر موج زلفِ عنبریں ہے  
 مری نظروں کے اگے سرخوشی میں      حجابِ زندگی باقی نہیں ہے  
 عیاں ہے جو ہر بالائے گردوں      نمایاں دولتِ دیرِ زمیں ہے  
 خدا کے واسطے خاموش ز اہد      ترے لب پر خُیاں ہے اور جنس ہے

وہاں تہر خُدا کا ذکر کیا خوب      جہاں تہر خُدا و جد آفریں ہے  
 وہاں ارض و سما کی شرح، افسوس      جہاں ارض و سما زبردِ نگیں ہے  
 اہل کی کس نے چھیڑیں ہیں باتیں      اہل تو ابک غلامِ کستریں ہے  
 "مذاہیرِ تمثیل میں ہے" تہارہ      "بشریاں" رحمتِ للعالَمین ہے  
 یہاں تہارہ بن جاتا ہے "رحمن"      کہ یہ زندگی ہے "دریش" نہیں ہے  
 سنبل، تیرا لٹنے پر ہے تخت      کوئی اُٹے ہوئے دیکھ آستیں ہے  
 معاذ اللہ! یہ النظرِ بادہِ روشنی      کہیں چادر ہے، اور کاکل نہیں ہے

گھٹاؤ نہیں، دھواں چکیں بہن لب جوانی ہوش میں گویا نہیں ہے  
 تہمت میں ہے اک شانِ تبسم تبسم ہے کہ موجِ آئیں ہے  
 تغلم میں ہے تسکینِ خموشی ؛ خموشی ہے کہ حرفِ دل نشیں ہے  
 تنہا طرب میں ہے اک تارِ تغافل تغافل ہے کہ چشمِ دور میں ہے

صدا یہ دے رہا ہے طوے کون

کوئی کہہ دو ہیں فرصت نہیں ہے



# پیا بن ناگن کالی رات

ایک ڈکھیا، حزیں پریشاں حال      پنی کی دُوری سے جی ہے جس کا بیڑ حال  
 روتی رہتی ہے ساری ساری رات      اک قیامت ہے جان پر پرست  
 سونے گردوں نظر اٹھاتی ہے      در و دیوار اس طرح سناتی ہے  
 دیکھنے کی نہیں مری حالت      زرد ہوں اے مناظر قدرت  
 بادلوں سے پلال کو ڈھانکو      اپنا خنجر میان میں رکھ لو  
 اے تروتازہ سر تو من کی!      اے گلابی گٹھاؤ ساون کی  
 جلد اس دیس سے گزر جاؤ!      واری اک بُوند بھی نہ ٹپکاؤ!  
 ورنہ ہکیں گے پتھر لکھن میں      آگ لگ جائے گی مرے تن میں  
 یوں نہ پانی پیو، تان لگا!      جس نگر میں ہیں پنی وہیں اڑ جا!  
 دیکھ پُر دانی! دل نہ کھلا جائے      کوئی جھوٹا نکال دھرنا آنے پائے

زلفِ ماضی سنوارنے والی      تُو ہے چوٹیں اُسھارنے والی !  
 پنی کی نگری میں جا کے بھر ملِ تھل      میرے سر پر گرج نہ او با دل !  
 ہائے کیوں کر نہ اختلاج رہے !      پنی ہیں پُر دس میں پراج رہے  
 سوجھا ہی نہیں ہے ہات کو ہات      دس رہی ہے نگوڑی کالی رات  
 کھائے جاتی ہے ٹنڈی ٹنڈی ہوا      دل میں چھتی ہے بوندیوں کی صدا  
 کہا ہوا سنجھ کو ہائے جی کے زور      مور جھل میں کر رہا ہے شور !  
 سوندھی سوندھی ہواؤں کی خوشبو      بنتی جاتی ہے آنکھ میں آنسو !  
 یوں ہی چھاتی جو دھڑکے جا بگی      ہائے کس طرح بند آئے گی !  
 گھر اکیلا ہے پڑ رہی ہے پھوار      کیسا مَور کو ہے اے سکی سنار  
 اے ہسیلی ! بجا نہیں اوسان      یہ تو محب کو بتا، ترے قرباں !

سیج سُونی ہے اور برستی رات

بازلی ہو گئی ہے کیا پرست

# شعرا و شہنشاہ

شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی

شاعر انقلاب نے اس مجہد میں روایات کہن کے قصر کو سمار کے جدید شاعری کی  
 بنیاد ڈالی ہے، اور قوت و حیات کے سر بھنگ مہلات کھڑے کئے ہیں، جہاں آپ کو  
 رزم و رزم کی محفلیں ملیں گی، اُس کے گلگدوں اور صحنوں میں نغمہ سحر کی پاکیزہ اور مستحکم ترنم  
 ریزیاں سننے میں آئیں گی، شفق کے گچھے ہوئے دریاؤں میں بہری مویں لہریں مارتی  
 دکھائی دیں گی۔ عروہ فطرت کے قفس اور اُس کی موسیقی میں اہامی سحر جلوہ ریز ہوگا  
 حویریں اشاروں سے آپ کو دُور سے بلائیں گی، اور دعائے سحری میں شاہل کر کے  
 آپ کو خداوندِ عالم کے حضور میں لے جائیں گی، جہاں تکمیل حیات کے سرسبز رازوں  
 کا انکشاف ہوگا۔ ولادتِ رسولؐ پر شاعر کی رُوح خوشی سے ناچ اُٹھے گی، اور حضورؐ  
 مسلم کے نقشِ قدم چلنے کی دعوت دے گی، مظلومِ حُسن کی آواز بکا اور اُس کی سینہ فلکار



چھینیں سُن کر آپ کی رُوح پر لرزہ خاں سی ہو جائے گا۔ کسان کی بے کسی کے نقشے، بے باہ  
 کی تباہ کاریوں کے ہونک، خٹک سُن کر آپ کا پتہ پانی پانی ہو جائے گا۔ ان کثیر  
 نثاروں سے گرہنے کے بعد شاعر بادِ سر جوش سے آپ کی رُوح کو تسکین بخشنے لگا۔  
 غرض شاعر کے کلام میں آپ کو گھلبانگِ فطرت کے رُوح پر ہر فنموں، اسدی شان  
 و حریت کے خُون کھول دینے والے واقعات، آشکدہ کی شعلہ خشاہنوں اور بادِ  
 سر جوش کی کیف پرستیوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملے گا۔

شعلہ و شبنم شاعر انقلاب کا لافانی شاہکار ہے اور تازہ کلام کا مجرہ ہے  
 شاعر کی سہ رنگی تصویر اور ہر باب کی کیف اور تصاویر، اور اعلیٰ طباعت نے  
 کتاب کی خوبصورتی میں چار چاند لگا دیے ہیں۔

قیمت غیر مجلد سے مجلد پر علاوہ محمولہ تک

میں کا پتہ

کلیئم بک ڈپو، گلی کنڈلہ کشان بازار فتحپوری دہلی

# شب تشبیہ اور استعاریں

## رباعیات

(۱)

کیا کہے عجیب بادِ خواری تھی کبھی جب تھی حسنِ عشق طاری تھی کبھی  
ہمدم بھر اسی رات کا چھیر افسانہ جو پہلوئے جاناں میں گزری تھی کبھی

(۲)

ہر شے سے بہشت جلوہ گر ہوتی ہے ہر نوجِ نفس، بادِ محسوس ہوتی ہے  
صدِ عمر گرامی سے پتروہ رات جو پہلوئے ساقی میں بسر ہوتی ہے

(۳)

کل رات کو اک مغبوہ عشوہ فروش      ہنگامہ قص میں بعد جوش و خروش  
منا گرم سرود یوں کہ ہستی تھی خروش      یک ذرہ جنوں گراں ز صد عالم ہوش

---

(۴)

وہ رات گئے شراب ڈھلنا ہی ہے      وہ پچھلے پہر صبا کا چلنا ہے ہے  
ممشوۂ نوخیز کا رہ رہ کر      آنکھوں کو ہتھیلیوں سے ملنا ہے ہے

---

(۵)

اے جوش، وہ ارمان بکھلنا ہی ہے      صبا کا تکلف سے وہ ڈھلنا ہی ہے  
ہم کی سی وہ پانڈنی، وہ سگی ہرئی رات      پیلو میں کسی کا وہ مچلنا ہے ہے

---

(۷)

ہے صبح اُفق سے جنگ لگانے والی      وعدے پہ ہے اُن کے سُکرانے والی  
جا پھیلے پیر کے چاند اُن سے کہدے      اب رات ہے دو گھڑی میں جانے والی

(۸)

آجا، مر تا ہوں غم کے مارے آجا      بھگی ہوئی رات کے شرارے آجا  
اے شام کے وعدہ کر کے جانے والے      اب ڈوب رہے ہیں دیکھ تارے آجا

(۹)

میں رات گئے اٹھا ہوں سوتے سوتے      آنکھوں کا بُرا حال ہے روتے روتے  
تم سے کے قریب ماؤ نو ہے اے کاش      اس وقت سے قریب تم بھی ہوتے

ارماں تھے وہ کیا نگار دلجو تیرے      مجروح تھے کردلوں سے پہلو تیرے  
اب لٹاؤں کہاں سے میں وہ راتیں انسو سے      پیتے تھے مرے لئے جب آنسو تیرے

---

فریاد سن لے حسن : خدا میری      انگلیں ہیں مثالِ موجِ دریا میری  
دے ایک ہی رات ان دنوں کا عقد      جب خود ترے دل میں تھی تناسل میری

---

مجرروح نہ کر لطف کے اوقاتِ دل      بکثرت کوئی یوں ہی خرافاتِ دل  
روتا ہے کہ وقت صبح رونا ہو گا      خاموش کہ باقی ہے ابھی راتِ دل

---

(۱۲)

افسوس وہ جاں نوازِ محفلِ ظالم    آتی سستی تجھے نیندِ شکلِ ظالم  
 صدحیف وہ دُورِ جب کہ پہلو میں سج    راتوں کو دھڑکنِ تمامِ اولِ ظالم

---

(۱۳)

چلتی ہیں ہوائیں شور کرتی ہر سو    گردوں پہ ہے مانتابِ خشکی لبِ جو  
 کوئل کی صدائیں آ رہی ہیں گواگو    افسوس کہ اس وقت بہت دُور ہے تُو

---

(۱۴)

بیلانے سے دم بھرنے پہلنا ہو گا    دلِ حُسن کا چٹکیوں میں لتا ہو گا  
 اے نالِ تبکیرِ بخسدا را ختم جا    بستر پہ وہ کر دٹیں بدلتا ہو گا

---

(۱۵)

راتوں کو مری نمینہ اُڑانے والے    بھولی ہوئی راگنی سنانے والے  
 اے کاش کبھی تو پاس آتا میرے    اے دُور سے بانسری بجانے والے

---

(۱۶)

اُس وقت کہ جب رات تھی جانیوالی    رنگین سحر مٹھی مسکرانے والی  
 کر یا ہرا یوں غیند میں ڈوبا ہوا چاند    اُنھڑات ہے دو گھڑی میں آنیوالی

---

(۱۷)

جب رات کو زلفِ ابر ہوتی ہے دراز    کونین پہ ہوتا ہے جب اک پر توراز  
 اُس وقت کہ اجتا ہے یوں دل اچھے    ٹوٹے ہوئے تارے کی نغمائیں آواز

---

جب رات کو چھوٹے میں با دل کئے غفلت میں ٹپکتے ہیں جگر کے چھالے  
 قرباں ترے، اُس وقت کی نایابی ہیں انگشتِ بحر سے دل کو چھونے والے

---

غلطاں ہے سب میں عکسِ انجمِ ساقی دریا میں ہے چاند سے تلامِ ساقی  
 اس وقت نظرِ بلا کے دم بھر کیسے میں تیرے تثار، اک تسبہِ ساقی

---

غلطاں ہیں جبینِ شب میں غلط کیست غفلت کا فساد کہہ رہے ہیں ذرات  
 جھرمٹ میں ستاروں کے ہے سرگرم ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ بھیجی ہوئی راہ

---



(۳۱)

ہر شمع کو شمع طور کر دے ساقی    اُنھ ظلماتِ شب کو نور کر دے ساقی  
 ہر چیز کی دُور سے ہے دنیا میں پہاڑ    کوئین کو مجھ سے دور کر دے ساقی

---

(۳۲)

کچھ لطفِ شبستاں نہ اٹھایا تھا ابھی    ہر نڑولِ تنہم ہی سا آیا تھا ابھی  
 ناگاہ سحر نے آہ بھر کر چپا    کس بات پہ جوش مسکرایا تھا ابھی

---

# شہ پارے

(۱)

تاریک رات اپنی سیاہی میں جس طرح ہے التجائے ڈر کو پنہاں کئے ہوئے  
یوں ہی ترے خیال میں مٹیا ہوا بنوئیں آنکھوں کو بند، دل کو فزواں کئے ہوئے

(۲)

شب کو اکثر کھوئی تاریکیاں سیدانگی رُوح پر کرتی ہیں طاری اس طرح خوابیں  
دل بھتا ہے کہ مجھ پر غم سب سے چھایا ہوا جس طرح کہرے پہ ہر باتا ہی بارش کا لگاں

سنایا مجھے ایک طرب نے آج وہ نغمہ کہ متبادل میں سرایا ہوا  
 جوانی کی راتوں میں یادِ سخنِ بخیر جسے چھپڑتا تھا کوئی مرلقا  
 کچھ اس طرح نغمے کا ہر ذرہ دم مری سکتا نکلیں اٹھانے لگا  
 کسی اجنبی شہر میں جس طرح کوئی بھول بھچڑا ہوا آشنا  
 سر راہ لوگوں کے انہوہ سے بڑھے دفعتاً مسکراتا ہوا

~~~~~  
 (۴)

چاند جب گردوں پر آتا ہے برا فکندہ نقاب  
 دفعتاً کجیاد سے جاتے ہیں ستاروں کے شرار  
 رو بردیوں ہی جب آجاتا ہے وہ مادِ تمام  
 ماند پڑ جاتے ہیں آنکھوں میں سرشکِ انتظار

بوسل کی راتوں میں اب اس طرح سے آتا ہے یاد  
 ہجر کے عہدِ زبوں کا گریہِ صبح و سہا  
 جیسے گہری نیند میں کر دے بدلتے وقتِ جوش  
 کان میں آجائے ہلکی موجِ باران کی صدا

---

چھٹے کے وقت کوندے کا لپکنا ہے بہ پے  
 غلاموں پر مارتا ہے جس طرح محکمِ محکم کے تیر  
 یوں ہی وحشتناک عصیاں کی اندھیری رات میں  
 آدمی کے قلب کو رو رو کے ڈستا ہے ضمیر

---

(۷)

شب کو سونے جنگلوں میں جنگلوں کے زورے  
 کانپ کانپ اٹھتی ہے کچھ یوں تیرگی بے اختیار  
 جس طرح راتوں کو سینے کی فٹنائے تنگ میں  
 نیم جاں اُمید چھپکاتی ہے آنکھیں بار بار

---

(۸)

شبِ سرد میں جھلک کر سُرمسِ بادل کے ٹکڑوں سے  
 جمالِ مازِ تاباں یوں لگی پر قفس کرتا ہے  
 جھومِ ناز و فرجِ شرم کے طوفان میں جیسے  
 تہِ سُمِ بھری آنکھوں سے ہونٹوں پر اُترتا ہے

---

(۹)

شب کو اک پرسکون کپڑے کا آکے سر ڈٹا گیا یوں ناز  
جس طرح آئے وقتِ مے نوشی کان میں مے فروش کی آواز

(۱۰)

اس طرح تیرگی میں ہوتا ہے خوف کا قلبِ طفل میں آغاز  
جس طرح رات کی غموشی میں سائیکل کی اُتار پر آواز

۱۱

وقتِ شب کچھ اور بھی تدریک کر جاتا ہے یوں  
اپنی چمکاتی ہیرائیِ غلٹ کو سر ڈٹکا غبار

جس طرح کاندھے پر رکھ کر بات دم بھر کو خوشی  
 روش پر، غم کا نیا اک اور رکھ جاتی ہے بار

(۱۲)

رات ہے اور چاند مجھے کے سُرخ شیشوں سے آ رہا ہے نظر  
 فریاد گریہ سے چشم عاشق میں جیسے روئے نگار وقتِ سفر

(۱۳)

رہروں کو دور سے پہچاننے کے واسطے  
 سعی کی جاتی ہے یوں دھندلی شبِ بہتاب میں  
 جس طرح انسان کی سیرت پر کھنے کے لئے  
 منکر کریں کھاتی ہیں نظریں ظاہری آداب میں

رات کا وقت گھاؤں کا میدان      سادہ رُخ، سرد، سرنگوں ہنساں  
 سلسلے کو ہزار کے تا دُور      سانے صرف اک غنودہ کھجور۔  
 جیسے اک تشنہ جواب، سوال      جیسے غربت میں دوستوں کا خیال

(۱۵)

رات ہرتے ہی یہ کیسا ہو گیا ہے آسماں  
 حاشیے پر روشنی ہے بیچ میں تارکیاں  
 کیوں تڑپ رہ کر نہ میں کہہ دوں کہ یہ طرفہ سماں  
 بُرہنہ پر ایسا ہے جیسے عہدِ حاضر کے جواں



آپ کو نیند آئی جاتی ہے

ختم ابھی دل کی واردات نہیں

(جوش)

